میثاقِ امن

[۲۶ مارچ ۲۰۱۲ء کو اسلام آباد میں ادارۂ تعلیم وتحقیق Organization for Research and Education(ORE) کے اہتمام میں ''اور ڈائیلاگ فورم'' کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں ممتاز علمی، مذہبی، فکری اور سماجی شخصیات نے شرکت کی۔ فورم نے اپنے اجلاس میں متفقہ طور پر ایک ''میثاقِ امن'' کی منظوری دی جسے اس کی عمومی افادیت کے پیش نظر یہاں شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)]

امن آج پاکستان کی سب سے اہم ضرورت ہے۔ امن کے بغیر معاشی خوش حالی ممکن ہے نہ سماجی ترقی۔ لہٰذا امن کو پہلی ترجیح بنائے بغیر اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ معاشی ترقی کا کوئی منصوبہ نتیجہ خیز ہو یا سماجی اصلاح کا کوئی ہدف قابل حصول ہو۔ امن کے لیے جہاں حکومت وریاست کی سطح پر بعض اقدامات لازم ہیں وہاں اس بات کی بھی اشد ضرورت ہے کہ معاشرتی سطح پر تبدیلی کی ایک مہم اُٹھائی جائے جو عدم تشدد، رواداری، بردباری اور مکالمے کے کلچر کو عام کرنے کا سبب بنے۔ اس کے لیے لازم ہے کہ سول سوسائٹی کے تمام ادارے اور شعبے قیامِ امن کے لیے یکسو ہوں اور اپنا کردار کریں۔ امن کے لیے معاشرتی وسماجی انصاف ضروری ہے۔ اس کے بغیر امن ممکن نہیں، اس لیے تمام طبقات سماجی انصاف کا ماحول پیدا کرنے کے لیے جدوجہد کریں اور خلافت راشدہ کو اس سلسلے میں بنیاد بنایا جائے۔

''اور ڈائیلاگ فورم'' جو معاشرے کے مختلف طبقات کی نمائندہ شخصیات پر مشتمل ہے، اس مقصد کے لیے درج ذیل اقدامات تجویز کرتا ہے جن کے مخاطب تمام معاشرتی گروہ ہیں۔

اہلِ سیاست

۱۔ سیاسی جماعتیں ایک روادار معاشرے کے قیام کو اپنے منشور کا حصہ بنائیں۔

۲۔ وہ حکومت میں ہوں یا حزبِ اختلاف میں، ایک ایسے کلچر کے فروغ کے لیے کام کریں جو مکالمے، برداشت اور بردباری کی بنیادوں پر کھڑا ہو۔

۳۔ ٹی وی ٹاک شوز، اخباری بیانات اور جلسہ ہائے عام میں ایسے لہجے اور اسلوبِ کلام سے گریز کریں جو ایک روادار اور جمہوری معاشرتی اقدار سے متصادم ہو۔

۴۔ اختلاف کو شخصی کے بجائے نظری اور سیاسی مباحث تک محدود رکھیں۔

۵۔ سماجی سطح پر اپنے کارکنوں کو رواداری اور مختلف سیاسی گروہوں کے ساتھ میل جول کی تلقین کریں۔

۶۔ ایسا سیاسی نظام بنائیں جس میں مذکورہ بالا اصولوں کی روشنی میں کارکنوں کی سیاسی تربیت کی جائے۔

۷۔ سیاسی راہ نماؤں اور کارکنوں میں سیرت نبوی، خلافت راشدہ اور دیگر اسلامی و اخلاقی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی وفلاحی ریاست وحکومت کا شعور اجاگر کیا جائے اور فکری تربیت کا ماحول پیدا کیا جائے جو کہ ایک آئینی ضرورت ہے۔

۸۔ ریاستی اداروں اور ملک میں قانون پر عمل درآمد کے لیے جدوجہد کی جائے گی۔

میڈیا

۱۔ ایسے بیانات، مضامین اور کالموں کی اشاعت سے گریز کیا جائے، جن سے مقصود دوسروں کی پگڑی اچھالنا ہو۔

۲۔ تحریروں کے قابلِ اشاعت ہونے کے لیے شائستگی واستدلال کو بنیادی لوازم قرار دیا جائے۔

۳۔ کسی خبر کو برائے اشاعت قرار دینے کے لیے ضروری قرار دیا جائے کہ اس کا مواد رواداری و باہمی احترام کی مسلمہ تعبیرات سے متصادم نہ ہو۔ نیز قومی ومعاشرتی افادیت یا نقصان کو بھی ترجیح کی وجوہ میں شامل کیا جائے اور اس کے لیے ضابطہ اخلاق طے کیا جائے۔

۴۔ ٹی وی ٹاک شوز میں صحت مندانہ تنقید اور مکالمہ کے آداب کو ملحوظ رکھا جائے۔

۵۔ جو سیاست دان اور راہنما، ان آداب کا لحاظ نہیں رکھتے، انہیں ٹاک شو میں بلانے سے گریز کیا جائے۔

۶۔ خبر میں سنسنی خیزی اور اشتعال سے مکمل اجتناب کیا جائے۔

۷۔ میڈیا اپنی کمرشل ضرویات کے لیے ریٹنگ سے زیادہ پروگراموں کے مواد کو بہتر بنانے پر توجہ دے گا۔ عوام کے ذوق اور اخلاق کی تعمیر کو بھی پیش نظر رکھا جائے گا۔

علما

۱۔ علمی وفکری اختلاف کو فرقہ واریت کے فروغ کا سبب بننے سے روکا جائے۔

۲۔ اختلاف کے آداب میں اسلاف کی روایت کو زندہ کیا جائے جو باہمی احترام سے عبارت ہے۔

۳۔ بین المذاہب مکالمے کو رواج دیا جائے۔

۴۔ دوسرے مذاہب کی برگزیدہ شخصیات اور راہنماؤں کے احترام کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا جائے۔

۵۔ ایک فرد کے جرم کو کسی گروہ یا اجتماع سے منسوب نہ کیا جائے۔

۶۔ مذہبی اختلاف کو اشتعال انگیز نہ بنایا جائے۔

۷۔ ایسے مقررین اور مضمون نگاروں کی حوصلہ شکنی کی جائے جو سماج میں اشتعال کو فروغ دیتے ہیں۔

۸۔ قانون، سماجی روایات اور دوسرے مذاہب کے احترام کو دینی مدارس کے نظامِ تعلیم وتربیت کا حصہ بنایا

جائے۔

۹۔ علمی اسلوب اور شائستگی کی بنیاد پر فکری ارتقا کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

۱۰۔ مسجد اور دوسرے مذہبی اداروں کو سارے معاشرے کے لیے جائے امن قرار دیا جائے۔

۱۱۔ دینی مدارس، یونیورسٹیوں اور کالجوں کے اساتذہ وطلبہ کے درمیان میل جول، باہمی مکالمہ ومباحثہ اور مفاہمت ومعاونت کے رجحانات کی حوصلہ افزائی کی جائے اور مشترکہ اجتماعات کا اہتمام کیا جائے۔

اہلِ علم ودانش

۱۔ معاشرتی سطح پر مکالمے اور برداشت کے کلچر کو فروغ دیا جائے۔

۲۔ تعلیمی اداروں میں مکالمے اور رواداری کے لیے بطورِ خاص کوشش کی جائے۔

۳۔ طالبِ علموں کی تربیت میں سماجی روایات کے احترام کو شامل کیا جائے۔

۴۔ ایسے نصاب اور تعلیمی ماحول کی تشکیل کے لیے کوششیں کی جائیں جو رواداری اور برداشت کو فروغ دیں۔

۵۔ طلبا اور اساتذہ کی تنظیموں میں روابط بڑھائے جائیں۔

۶۔ دینی اور عمومی تعلیم کے طلبا وطالبات کے مابین فاصلوں کو کم کرنے کی شعوری کوشش کی جائے۔

۷۔ نصابِ تعلیم کو علم اور انسان دوست بنایا جائے۔

۸۔ تعلیمی اداروں کے ماحول میں علم دوستی اور تحقیق کی مشرقی ومغربی روایات کو پیشِ نظر رکھا جائے۔

۹۔ تعلیمی پالیسی کی ترجیحات میں قرآن وسنت کی تعلیمات اور مسلمہ مسلم دانش وروں کے افکار کو بنیاد بنایا جائے۔

سماجی مصلحین

۱۔ معاشرتی تعمیر کی کاوشوں کو مقامی مذہبی وسماجی روایات سے ہم آہنگ بنایا جائے۔

۲۔ معاشرتی سطح پر موجود گروہ بندی کو کم کرنے کی کوشش کی جائے۔

۳۔ ایسی سرگرمیوں سے گریز کیا جائے، جن سے کسی گروہ کے خلاف نفرت اور اشتعال پیدا ہوتا ہو۔

۴۔ علما اور وکلا باہمی تنازعات کے حل میں ثالث کا کردار ادا کریں اور ثالثی کے نظام کو فروغ دینے کے لیے مربوط ومنظم محنت کی جائے۔

۵۔ جمہوریت، رواداری اور برداشت جیسی روایات سے غیر مشروط وابستگی کا مظاہرہ کیا جائے۔

۶۔ سماجی انصاف اور معاشی تفاوت کے خاتمے کے لیے مذہبی وسماجی اداروں کو مضبوط بنایا جائے۔

۷۔ خواتین، بچوں اور دوسرے محروم طبقات کے حقوق کے لیے کوششوں کو منظم کیا جائے اور باہمی تعاون کو بڑھایا جائے۔

۸۔ کرپشن، نااہلی اور کام چوری کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے دیانت وامانت اور فرض شناسی کی اہمیت کو ہر سطح

پر اور ہر شعبہ میں اجاگر کرنے کے لیے محنت کی جائے۔

''اور ڈائیلاگ فورم'' سے اس بات کی کوشش کی جائے گی کہ معاشرے کے تمام نمائندہ طبقات کو مذکورہ بالا مقاصد کی یاددہانی کرائی جاتی رہے اور ان کے ساتھ مسلسل رابطہ رکھا جائے تاکہ ہم پاکستان کو ایک پر امن سماج دے سکیں۔ جس میں سب کے بنیادی حقوق محفوظ ہوں اور کسی کے جان، مال اور عزتِ نفس کو کوئی خطرہ درپیش نہ ہو۔ یوں معاشی خوش حالی اور سماجی ترقی کو یقینی بنایا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ اس کارِ خیر میں ہماری معاونت کرے۔

فورم کے شرکاء:

۱۔ ڈاکٹر خالد مسعود، ڈائریکٹر جنرل ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

۲۔ مولانا زاہد الراشدی، ڈائریکٹر الشریعہ اکادمی، گوجرانوالہ

۳۔ مفتی عبد القوی، مہتمم جامعہ عبیدیہ، ملتان

۴۔ وصی شاہ، شاعر، ادیب، کالم نگار، ڈرامہ نگار۔ لاہور

۵۔ بیرسٹر دانش افتخار، ایڈیٹر روزنامہ ''اساس''، راولپنڈی

۶۔ سلیم صافی، کالم نگار روزنامہ ''جنگ''۔ اینکر جیو ٹی وی چینل

۷۔ سید شاہد گیلانی، صدر راولپنڈی گروپ آف کالجز

۸۔ علامہ امین شہیدی، مجلس وحدت المسلمین، اسلام آباد

۹۔ رومانہ بشیر، کرسچین سٹڈی سنٹر، راولپنڈی

۱۰۔ قاسم شاہ، مشیر وزیر اعظم پاکستان

۱۱۔ محمد آصف محمود، ایڈووکیٹ

۱۲۔ خورشید احمد ندیم، چیئرمین ادارہ تعلیم و تحقیق

درج ذیل اراکین فورم اجلاس میں شریک نہ ہو سکے لیکن انہوں نے ''میثاق امن'' سے اتفاق کیا۔

۱۔ قمر زمان کائرہ، سیکرٹری اطلاعات پاکستان پیپلز پارٹی

۲۔ صدیق الفاروق، راہنما پاکستان مسلم لیگ (ن)

۳۔ مجیب الرحمٰن شامی، چیف ایڈیٹر روزنامہ ''پاکستان''، لاہور

۴۔ ڈاکٹر محمد شکیل اوج، صدر شعبہ علوم اسلامیہ، کراچی یونیورسٹی

۵۔ بیرسٹر ظفر اللہ خان، قانون دان، اسلام آباد

مولانا قاضی حمید اللہ خان بھی رخصت ہو گئے

مولانا قاضی حمید اللہ خانؒ کو آج (۱۹/اپریل، جمعرات کی) صبح شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ میں نماز جنازہ کی ادائیگی

کے بعد ان کے آبائی وطن چارسدہ کے لیے رخصت کیا تو کم وبیش گزشتہ نصف صدی کی تاریخ نگاہوں کے سامنے گھومنے لگی۔ قاضی صاحب شوگر کے مریض خاصے عرصے سے تھے۔ کچھ دنوں سے گردوں کا عارضہ بھی ہو گیا اور وہ گردوں کی مشینی صفائی کے مرحلہ سے گزار رہے تھے جس کے بعد جگر نے بھی متاثر ہونا شروع کر دیا اور آج وہ ان تمام مراحل سے گزر کر اپنے خالق و مالک کے حضور پیش ہونے جا رہے ہیں۔ ان للّٰہ ما اخذ ولہ ما اعطی ولکل شئی عندہ اجل مسمّیٰ، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا قاضی حمید اللہ خان رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ میری رفاقت کا عرصہ چار عشروں سے متجاوز ہے۔ میں ۱۹۷۰ء میں مرکزی جامع مسجد کے خطیب حضرت مولانا مفتی عبد الواحد قدس سرہ العزیز کی نیابت وخدمت کے لیے آیا تو مولانا حمید اللہ خان کو یہاں آئے ایک سال ہو چکا تھا۔ وہ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ایک سال مدرسہ اشرف العلوم باغبانپورہ گوجرانوالہ میں مدرس رہے اور پھر ۱۹۶۸ء میں مرکزی جامع مسجد کے مدرسہ انوار العلوم میں آ گئے اور سال رواں کے آغاز تک کم وبیش پینتالیس برس تک مسلسل تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ وہ معقولات ومنقولات پر یکساں دسترس رکھتے تھے، مگر معقولات میں ان کی تدریس کی شدت زیادہ تھی اور دور دراز سے طلبہ ان سے درسی استفادہ کے لیے ذوق وشوق کے ساتھ جمع ہوتے تھے۔ ان کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں میں ہے جو پاکستان کے علاوہ بھارت، افغانستان، ایران، بنگلہ دیش اور وسطی ایشیا کے ممالک تک پھیلے ہوئے ہیں۔ وہ ان تھک مدرس تھے۔ ایک زمانہ میں وہ صبح کی نماز کے بعد پڑھانے بیٹھتے اور عشاء کے بعد تک مسلسل پڑھاتے رہتے۔ بیک وقت روزانہ بیس سے زائد اسباق پڑھا کر بھی وہ تازہ دم اور چاق وچوبند دکھائی دیتے۔ لیکن گوجرانوالہ اور گردونواح میں ان کی زیادہ مقبولیت وشہرت ان کے اس عوامی درس کی وجہ سے ہوئی جو وہ مغرب کی نماز کے بعد مرکزی جامع مسجد میں عوام الناس کے لیے دیتے تھے اور وہ اپنے دور میں شہر کا مقبول ترین عوامی درس شمار ہوتا تھا۔ مرکزی جامع مسجد میں ایک عرصہ تک یہ سلسلہ رہا ہے کہ صبح کی نماز کے بعد میرا درس ہوتا تھا جو نماز فجر کے معمول کے نمازیوں کے لیے ہوتا ہے اور اب تک بحمد اللہ تعالیٰ جاری ہے، جبکہ مغرب کے بعد مولانا قاضی حمید اللہ خانؒ درس دیتے تھے جس کے لیے شہر اور گردونواح سے لوگ جوق در جوق آتے تھے اور بڑی محبت وعقیدت کے ساتھ ان کا درس سنتے تھے۔ اس درس کے ذریعے بہت سے لوگوں کی اصلاح ہوئی ہے، لوگ دین سے جڑے ہوئے ہیں، ان میں نماز کی پابندی اور سنت نبوی کی پیروی کا ذوق پیدا ہوا ہے اور خیر کے کاموں کی رغبت بڑھی ہے۔ قرآن وحدیث کے ساتھ ساتھ امام رازیؒ اور امام غزالیؒ کے ارشادات بھی ان کے مطالعہ کے دائرے میں رہتے تھے تو ان کی بات سامعین کے دلوں میں اترتی چلی جاتی تھی۔

میری ان کے ساتھ تدریسی رفاقت کم وبیش اٹھارہ بیس برس رہی ہے، مگر میں صبح نماز کے بعد دو تین اسباق پڑھا کر فارغ ہو جاتا تھا اور وہ سارا دن پڑھاتے رہتے تھے اور ہر فن اور موضوع کی کتاب بلا تکان پڑھا لیتے تھے۔ انہوں نے مدرسہ مظاہر العلوم کے نام سے ایک الگ مدرسہ بھی بنایا اور دونوں مدرسوں میں ان کی تدریس کا سلسلہ آخر وقت تک جاری رہا۔ ۱۹۸۲ء تک جب تک حضرت مولانا مفتی عبد الواحدؒ حیات تھے، ہم دونوں کی حیثیت ان کے نائب ومعاون کی تھی۔ حضرت مفتی صاحب مہتمم اور خطیب تھے۔ قاضی صاحب مرحوم مدرسہ کے معاملات میں اور راقم الحروف مسجد

کے معاملات میں ان کی نیابت کی خدمت سرانجام دیتے تھے۔ حضرت مفتی صاحب کی وفات کے بعد ہم دونوں نے باہمی مشورہ کے ساتھ اس تقسیم کار کو مستقل شکل دے دی اور پھر اس کے مطابق اب تک ہمارے معاملات چلتے آ رہے ہیں۔ بہت سے مواقع پر اختلافات پیدا ہوتے رہے جو فطری بات ہے، لیکن اس انڈر اسٹینڈنگ کا انہوں نے بھی پوری طرح احترام کیا، میں نے بھی حتی الوسع اس کی کوشش جاری رکھی اور ہمارے معاملات کا بھرم بحمد اللہ قائم رہا۔

۱۹۷۵ء کے دوران جامع مسجد نور مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں منعقد ہونے والے جمعیت علمائے اسلام کے ملک گیر ''نظام شریعت کنونشن'' میں حضرت مولانا مفتی محمود قدس سرہ العزیز نے پرائیویٹ شرعی عدالتوں کے قیام کا اعلان کیا اور اس کے لیے مختلف سطحوں پر ملک کے بہت سے حصوں میں قاضی مقرر کیے گئے تو مولانا قاضی حمید اللہ خان کو گوجرانوالہ کے لیے ضلعی قاضی مقرر کیا گیا جس کے بعد قاضی کا خطاب ان کے نام کا لازمی حصہ بن گیا۔ ورنہ اس سے قبل وہ مولانا حمید اللہ خان کے نام سے پکارے جاتے تھے، اس موقع پر بعض مقدمات بھی فیصلے کے لیے ان کے پاس آتے پھر قضاء کا یہ سلسلہ تو نہ چل سکا لیکن مولانا حمید اللہ خان کو مستقل طور پر قاضی حمید اللہ خانؒ کا مقام حاصل ہو گیا۔

قاضی صاحب مرحوم مزاجاً سیاسی نہیں تھے، لیکن جمعیت علمائے اسلام کے ساتھ ہمیشہ وابستہ رہے، حتیٰ کہ جس زمانے میں جمعیت علمائے اسلام درخواستی گروپ اور فضل الرحمٰن گروپ کے نام سے دو دھڑوں میں تقسیم تھی، میں درخواستی گروپ میں سرگرم تھا، مگر قاضی صاحب فضل الرحمٰن گروپ کے سرکردہ حضرات میں شمار ہوتے تھے۔ اس طرح مرکزی جامع مسجد اور مدرسہ انوار العلوم، ان دونوں گروپوں کی باہمی کشمکش کا میدان تھا۔ ہماری کشمکش بھی چلتی تھی اور رفاقت بھی جاری تھی جبکہ مشترکہ کاموں میں اکٹھے کام بھی ہم کر لیتے تھے۔

متحدہ مجلس عمل کے قیام کے بعد جب جمعیت علمائے اسلام نے قاضی حمید اللہ خانؒ کو قومی اسمبلی کی شہری سیٹ کے لیے متحدہ مجلس عمل کا امیدوار بنانے کا اعلان کیا تو عوامی حلقوں نے انہیں خاصی پذیرائی بخشی اور وہ قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہو گئے، اس میں مختلف مذہبی مکاتب فکر کے اتحاد کے ساتھ ساتھ قاضی صاحب کی شخصیت اور ان کے ان عوامی درسوں کا بھی بہت بڑا حصہ تھا جو وہ مرکزی جامع مسجد اور شہر کی دیگر بہت سی مساجد میں دیا کرتے تھے اور جن کی مقبولیت کا دائرہ بہت وسیع تھا۔

قومی اسمبلی کا رکن ہوتے ہوئے انہوں نے گوجرانوالہ میں ''میراتھن ریس'' کو روکنے کے لیے جو جرأت مندانہ کردار ادا کیا، وہ ان کی دینی و قومی حمیت کے اظہار کے علاوہ گوجرانوالہ کے مذہبی ماحول اور دینی حلقوں کے جذبات کی ترجمانی بھی تھی جس پر ان حلقوں نے اطمینان کا سانس لیا اور قاضی صاحب موصوف کو خراج تحسین پیش کیا جو اسلامی روایات اور مشرقی ثقافت کے تحفظ میں دلچسپی رکھتے ہیں اور مغربی و ہندو ثقافت کے مسلسل فروغ سے پریشان ہیں۔
آج مولانا قاضی حمید اللہ خان رحمہ اللہ تعالیٰ ہم سے رخصت ہو گئے ہیں مگر ان کی یادیں باقی ہیں اور گوجرانوالہ میں ان کی دینی و تعلیمی خدمات کے اثرات ایک عرصہ تک لوگوں کے دلوں میں ان کی یاد کو تازہ رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جوار رحمت میں جگہ دیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق سے نوازیں آمین یا رب العالمین۔